تاریخ اسلام میں اہل تشیع کی ریشہ دوانیاں

ترجمہ: مولانا محمد ادریس السلفی

امت کی تاریخ اس کی عادات، مذہب، علوم، ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور تاریخ کے صفحات ہی کسی قوم وملت کے مستقبل کے ارادے اور اہداف کی خبر بھی دیتے ہیں۔

تاریخ اسلامی اس ضمن میں اپنی مثال آپ ہے تواریخ عالم میں اسلامی تاریخ جیسی جامعیت اور واضح تصویر نمائی کہیں نہیں ملتی۔ یہ نہایت کشادہ دامن تاریخ ہے جس میں خلفاء ان کے نائبین، علماء قضاۃ، سپہ سالاروں کے احوال مفصل مذکورہ ہیں۔ مسلم حکمرانوں کی مشرق و مغرب کی فتوحات میں اونچ نیچ کے ساتھ ساتھ علوم وانکشافات اور عظیم مصلحین کے مفصل احوال کا ذکر ملتا ہے۔ رہا معاملہ صحت نقل کا، تو یہاں صرف صاحب شعور اور معتمد اشخاص کو قابل اعتبار خیال کیا گیا ہے تخمینہ لگانا یا اپنی رائے کی دخل اندازی تو اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔ شرعاً وعقلاً صرف قابل اعتماد افراد پر بھروسہ کرنا تاریخ اسلام کے علاوہ کسی تاریخ کا معیار نہیں ہے۔

تاریخ اسلامی علماء و رواۃ کی خاص توجہ کا مرکز رہی ہے۔ اس لئے ہر دور کی تاریخ اور ہر زمانہ کی نسل بلاکم وکاست مرقوم ملتی ہے اسلام دشمن عناصر اسلام کی تاثیر اور سرعت انتشار کے آگے بے بس ومضطرب نظر آتے ہیں اور سیف وسنان کے میدان میں اس کی برتری تسلیم کرتے ہوئے مختلف حیلوں، تدبیروں اور متنوع ذرائع سے دین حق کے درپے ہوگئے۔ تاکہ اس کے سیل رواں کے آگے بند باندھ سکیں اس مکروہ غرض کے لئے سب سے پہلی کوشش اور خشت اول تشیع کی ہے چنانچہ پہلا وار اور حملہ اسی کے پردے تلے کیا گیا۔ اس ضمن میں پہلی تدبیر جو اس جھاڑی کے نیچے سے کی گئی وہ خلیفہ ثالث ذوالنورین عثمان غنیؓ کی شہادت تھی۔ یہ فتنہ خود ساختہ، جھوٹی افواہوں کی تشہیر سے شروع ہوا۔ تاکہ عوام اور موٹی عقل رکھنے والے سادہ لوح انسانوں کو اس جال فریب میں پھنسایا جائے جس

کا نتیجہ بالآخر شہادت عثمانؓ پر منتج ہوا۔ جیسا کہ کتب احادیث اور کتب تاریخ میں تفصیلاً مذکور ہے۔ اس کی منصوبہ بندی عبداللہ بن سبا یہودی نے کی۔ شہادت عثمانؓ کے بعد ان لوگوں کو مسلسل فتنوں میں اپنے ارمان پورے کرنے کا موقع مل گیا۔ صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں ان کے مابین واقع ہونے والے اختلاف کو اسکی حقیقی صورت حال کی بجائے اور کسی رخ سے پیش کرنا اس کے لئے روایات گھڑنا اور دیگر مکروہ عزائم کی تکمیل کے لئے انہیں میدان میسر آگیا۔ یہاں میرا ارادہ اہل تشیع کی کتب میں موجود اتھام و کذب اور تاریخ اسلام پر افتراء بازی جو اصحاب محمد ﷺ آئمہ دین اور اسلامی حکمرانوں کے بارہ میں ان کے دلوں میں پوشیدہ بغض و عناد کا آئینہ دار ہے کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلاشبہ اس قوم کی کتب صحابہ کرام اور اصحاب خیر القرون کے بارہ میں سب و شتم سے پر ہیں اور ان کتب میں ایسی تعلیمات کا پایا جانا جو ان کے عقائد باطلہ کی عکاس ہیں کوئی عجیب بات نہیں، یہاں میرا مقصود صرف یہ ذکر کرنا ہے کہ یہ غلیظ نظریات تاریخ اسلام میں کیسے کیسے گھس آئے یہ فریب کاری یا تو تقویٰ وعدالت کے پردہ میں ہوئی یا ایسے اشخاص کے ذریعہ جن کے غیر متعصب اور غیر داعی الی الضلال ہونے کی بنا پر جمہور اہل علم نے ان کی روایت لینا درست قرار دیا۔

ابن جریر جیسے مورخین نے بعض مشہور اہل تشیع سے روایات لی ہیں لیکن وہ اس کی اسناد ذکر کرکے عہدا برا ہوگئے ہیں اور یہ طریقہ اختیار کرنے میں ابن جریر پر کوئی حرف نہیں آتا۔ کیونکہ انہوں نے جو نقل کیا باسند نقل کیا ہے۔ "ومن اسند فقد بری" اور جس نے سند بیان کردی وہ بری الذمہ ہوگیا اور اس کی صحت وسقم کا فیصلہ کرنا قارئین پر چھوڑ دیا ہے چنانچہ ابن جریر اپنی کتاب کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں۔

"ہماری کتاب کے قاری کو یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ ہماری کتاب میں مذکورہ اخبار کا دارومدار رواۃ سے نقل کرنے پر ہے اگر قارئین کرام کو بعض ایسی اخبار یا واقعات نظر آئیں جو عدم صحت اور حقیقت سے دور ہونے کی بنا پر غیر موزوں لگیں تو یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ ایسے واقعات میری ذات کی طرف

سے نہیں بلکہ اس کا دارو مدار ہمیں بیان کرنے والوں پر ہے جسے ہم نے اسی طرح بیان کر دیا جس طرح ہمیں بیان کیا گیا۔"

اب مصنف رحمتہ اللہ تعالیٰ کے بعد آنے والوں نے ان مذکورہ اسانید کو حذف کرکے اختصار کے پیش نظر بعض روایات کو بعض کے ساتھ ملا دیا یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا اور بعد میں آنے والے خاص طور پر اس زمانہ کے لوگ تاریخ طبری سے عبارت لے کر حوالہ ذکر کر دیتے ہیں اور اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ اس میں ثقاۃ کی اسناد سے ذکر کیا ہوا ہے اور وہ کونسی اخبار ہیں جنہیں اس کے ساتھ ساتھ متعدد طرق سے اہل عدالت کی نقل کی بنا پر تقویت حاصل ہے اور غیر معتبر لوگ کس واقعہ کو نقل کر رہے ہیں جن کے غیر درست ہونے پر ضعیف اسناد کے علاوہ اہل علم اور محدثین بھی متفق ہیں۔ اس زمانہ میں تو پرانے شکاری ایک اور نیا جال لائے ہیں جس کا نام مستشرقین تجویز ہوا ہے۔ یہود ونصاریٰ کے ملاپ سے معرض وجود میں آنے والے اس نوزائیدہ اسلام دشمن گروہ نے تاریخ اسلام کے درخشندہ ماضی کو دھندلہ ثابت کرنے کے لئے روافض کی ایسی ہی روایات سے جو تاریخ میں (خاص منصوبہ بندی کے ساتھ) مخفی طور پر داخل کر دی گئی تھیں سہارا لیا ہے۔ مستشرقین عام لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ ہم خالص علمی تحقیقی کام کرنے والے ہیں۔ جبکہ درحقیقت یہ لوگ جھوٹے ہیں اور حق وباطل کو خلط ملط کرنے کا خاص ڈھنگ اپنائے ہوئے ہیں اور اگر کوئی بہت ہی علمی کام کر دکھائیں تو یہ ہوتا ہے کہ وہ اہل تشیع کی بیان کردہ گھٹیا روایات کو توڑ مروڑ کر اپنی فاسد غرض کے مطابق اس میں کمی بیشی کرکے پیش کر دیتا ہے اور آخر میں ابن جریر الطبری اور ابن الاثیر کا نام درج کر دیتا ہے۔ ان کی ملمع سازی میں بہت سے اہل قلم اور تاریخ دان دھوکہ کھا بیٹھے ہیں یہود و نصاریٰ کے اس اسلام دشمن گروہ سے اسلام کی تاریخ لینا دین حنیف سے بے وفائی کے مترادف ہے یہ بات بھی ذکر کرتا جاؤں کہ علماء اسلام کی اس ضمن میں کاوشیں اور محنتیں کوئی کم نہیں تھیں کہ تاریخ کے طالب علم کو اس من گھڑت روایات سے اجتناب ناممکن ہو آپ کو کئی مطبوع اور مخطوط کتب تاریخ کی لائبریری میں ملیں گی جو قابل اعتماد روایات اور اصحاب محمدؐ کے

فضل واحسان کی کماحقہ فضیلت وبرتری پر مبنی ہیں اس بات میں جامع اور عمدہ ترین کتاب "البدایۃ والنہایۃ" ہے اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ رحمتیں فرمائے ایسے انصاف پسند محقق پر کہ جس نے روافض کی تخلیط کا پردہ چاک کیا اور معتبر روایات سے اہل فضل کے مناقب دل کھول کر بیان فرمائے ہیں علاوہ ازیں اس ضمن میں بعض علماء نے مفصل تاریخ جمع فرمائی ہے اور بعض نے مشاجرات صحابہ کرام کے متعلق روایات صحیحہ وضعیفہ اور تاریخ میں روافض کی دخل اندازیوں کا ذکر علیحدہ طور پر مستقل کتاب میں کیا ہے اور بعض نے اپنی کتب میں جابجا اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ مشاجرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق روایات کی جرح ونقد اور صحیح صورت علامہ ابوبکر بن العربی نے اپنی کتاب "العواصم من القواصم" میں پیش کی ہے اور جن علماء نے ان موضوعات پر اپنی کتب میں تحقیق پیش فرمائی ہے ان میں امام ابن تیمیہ، امام ابن القیم، امام ذھبی، الحافظ بن حجر رحمھم اللہ تعالیٰ کے نام نمایاں ہیں۔

اہل قلم اور دین حنیف کے متوالوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ اس موضوع پر نظر رکھیں اور بالآخر روافض وغیرہ کی اسناد کے لحاظ سے غیر موثوق روایات سے تاریخ کے دامن کو صفاف وشفاف کر دیں یہود ونصاریٰ استشراق کے درپردہ اور ان کے پروردہ ایسی روایات سے استدلال کرکے روشن تاریخ کے چہرہ انور کو داغدار کریں ان کو یہ حق پہنچتا ہے مگر اہل ایمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنی امت اور اپنے دین کے متعلق اس پلیدگی پر راضی ہوں۔ عالم اسلام میں موجود ذمہ دار اداروں پر یہ حق ہے کہ وہ اپنی تاریخ سے اہل رفض کے گندے جراثیم کو دور کرکے اسے پاک وصاف صورت میں عوام کے سامنے پیش کریں اور ان پر یہ بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ ایسے قوانین مرتب کریں جن کے تحت ہر کم وناقص کی اصحاب محمد ﷺ کے متعلق زبان درازی کو لگام دی جاسکے۔

شیعہ کے تدخلات تاریخ اسلامی میں:۔ تاریخ اسلامی پر اہل تشیع کے حملہ کا مرکز غالب طور پر دو چیزیں بنتی ہیں۔ (۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو گالی گلوچ کرنا اور ایسی روایات گھڑنا اور توڑ مروڑ کر بیان کرنا جو ان نفوس قدسیہ کی تنقیص پر منتج ہوں جس

کے پیچھے اسلام کی بنیاد پر حملہ مقصود ہوتا ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ ہی تو اسلام کی خشت اول اور پیغمبر اسلام کے بعد اس امت کا بہترین اور باعث صد افتخار سرمایہ ہیں۔ یہی وہ جماعت ہے کہ انبیاء کرام کے بعد زمین نے ان سے افضل نفوس قدسیہ نہیں پائے۔

امام ابن تیمیہ فضائل صحابہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ان میں عیب جوئی اسلام میں عیب جوئی کے مترادف ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"وهذا هو اصل مذهب الرافضة فان الذى ابتدع الرفض" (یقصد عبداللہ بن سباء) "كان يهوديا اظهر الاسلام نفاقا ودس الى الجهال دسائس يقدح بها فى اصل الايمان ولهذا كان الرفض اعظم ابواب النفاق والزندقة اور یہ رافضیت کی بنیاد ہے کیونکہ جس نے رافضیت کی بنیاد رکھی (یعنی عبداللہ بن سبا) وہ یہودی تھا جس نے اسلام نفاق کے طور پر ظاہر کیا اور جہال میں سازش کے تحت ایسی خبریں پھیلائیں جو بنیاد ایمان میں عیب جوئی کے مترادف تھیں اسی لئے تو رافضیت نفاق اور زندیقیت کے لئے بڑا دروازہ ثابت ہوا ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔

"فان القدح فى خيرالقرون الذين صحبوا رسول الله صلى الله عليه وسلم قدح فى الرسول صلى الله عليه وسلم كما قال مالك وغيره من ائمه العلم" کیونکہ خیر القرون کے متعلق جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے ہیں طعنہ زنی ذات رسول ﷺ کی تنقیص کے مترادف ہے جیساکہ امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے آئمہ دین نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ روافض نے طعن و تشنیع کا اصل مرکز ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ اور عثمانؓ کو بنایا ہے۔ جو سرمایہ افتخار امت اور بعد از انبیاء افضل البشر ہیں۔ بعد ازاں درجہ بدرجہ ان کا حملہ جلیل القدر صحابہ کرام، سابقین الاولین اہل بدر، اہل احد، اصحاب بیعت رضوان اور جس نے بھی رسول گرامی کی جتنی زیادہ تائید و نصرت کی اتنا ہی

زیادہ عیب جوئی کا نشانہ بنا۔ قصہ مختصر جو بھی شجر اسلام کی آبیاری میں پیش پیش رہا اہل دجل کے پیمانہ و ناپ میں اتنا ہی معیوب ہے بات یہاں پر رکتی نہیں ہے بلکہ اہل رفض اپنی قبیح زبانوں سے امہات المومنین ازواج رسول اور خاص طور پر الصدیقتہ بنت الصدیق عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی زبان درازی کرتے ہیں اور بالآخر سب بنو امیہ ان کی بدکلامی کا محور ٹھرتے ہیں۔ (۲) اہل بیت اور خاص طور پر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد کے متعلق غلو سے کام لیتے ہیں۔ لہٰذا ان کی مدح سرائی میں روایات و واقعات گھڑے جاتے ہیں اور مدح سرائی میں ان کو ایسے ایسے القاب عطا ہوتے ہیں اور اس حد تک پہنچا دیا جاتا ہے کہ وہ صفات ایک بشر کے لائق ہی نہیں ہیں ان کے متعلق ایسے ایسے واقعات، بہادری کی ایسی داستانیں بنائی جاتی ہیں جو ان کے فضل و علو سے قطعاً متفق نہیں۔

دخل اندازی کی چند مثالیں:۔ تاریخ میں اہل تشیع کی چند دخل اندازیوں کا تذکرہ ان کے رد کے ساتھ اور ان کی جگہ قابل اعتماد صحیح روایات پیش خدمت ہیں۔

(ا) شیعہ کا خیال ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے عثمان غنیؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ اور اس باطل خیال کی تائید میں چند روایات توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ بیعت تو کی تھی مگر بامر مجبوری کی تھی۔ اس سے پہلے ہم ان روایات کو ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ عثمان غنی کی بیعت کا معاملہ کیا اور ثقاۃ نے اہل شوریٰ کے امور کو صحیح انداز سے بیان کیا ہے۔ ہم یہ بات ذکر کرنا پسند کریں گے کہ

جب امیرالمومنین عمرؓ زخمی کئے گئے تو آپ نے خلافت کا معاملہ ان اصحاب شوریٰ کے سپرد کیا جن کے بارہ میں آپ تاوفات راضی اور خوش تھے یعنی حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم۔ آپ نے خلافت کے معاملہ میں انہیں اختیار دے دیا کہ ایک کو خلافت کے لئے منتخب کرلیں یہ معاملہ عثمانؓ پر تمام ہوا اور باقی اہل شوریٰ نے ان کی بیعت کرلی۔ ان میں علیؓ تمام مہاجرین وانصار بلااستثناء اور بلااختلاف یا

تردد شامل تھے۔ جیساکہ معتمد کتب تاریخ اور احادیث کی کتب میں اس کی وضاحت مروی ہے امام بخاری اپنی صحیح میں عمرو بن میمون سے پورا واقعہ بیعت مفصل ذکر کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا امیرالمومنین وصیت فرمایئے اور اپنا خلیفہ مقرر فرمایئے عمرؓ نے فرمایا میں ان اشخاص سے اس چیز کا کسی کو زیادہ اہل خیال نہیں کرتا۔ کہ جن کے بارے میں آپ ﷺ تاحیات راضی رہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا اور کہاکہ عبداللہ بن عمر بھی ان کے ساتھ رہیں گے لیکن خلافت کے بارہ میں ان کو کوئی حق نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے اس کے بعد امیرالمومنین عمرؓ کی اپنی رعایا کے لئے وصیت اور آپ کے دفن کا مفصل ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ...... جب آپ کے دفن سے فارغ ہوگئے تو یہ منتخب جماعت جمع ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا یہ معاملہ چھ کی بجائے تین میں رہنے دو تب زبیرؓ نے کہا میں اپنا حق علیؓ کو دیتا ہوں طلحہ نے کہا میں عثمانؓ کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں سعدؓ نے کہاکہ میں عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اپنا اختیار سونپتا ہوں تب عبدالرحمٰن نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ میں سے کون افضل کا خیال کرتے ہیں اس معاملہ سے دست بردار ہوتا ہے۔ تو شیخین نے خاموشی اختیار فرمائی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کیا تم یہ کام میرے سپرد کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کی قسم میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ حضرات میں سے افضل ہستی کے اختیار کرنے میں حتی المقدور کوشش کرنے میں کوتاہی نہ برتوں گا تو دونوں حضرات بیک زبان بولے ہاں، تب عبدالرحمٰنؓ نے ان میں سے ایک کے ہاتھ کو پکڑ کر عرض کیا آپ کو قرابت رسول ﷺ اور سبقت فی الاسلام کا شرف حاصل ہے۔ میں آپ سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر عہد لیتا ہوں کہ اگر تمہیں یہ بوجھ اٹھانا پڑے تو آپ عدل وانصاف سے کام لیں گے اور اگر میں عثمانؓ کو امیر مقرر کردوں تو آپ یقیناً اس کی سمع اطاعت کریں گے پھر دوسرے کے ساتھ خلوت کی اور اس سے بھی یہی اقرار لیا جب مضبوط عہد لے لیا تو عثمان سے کہا اپنا ہاتھ بلند کیجئے اور اس کے ہاتھ پر (عبدالرحمٰن بن عوف نے) بیعت کرلی۔ تب عثمانؓ کی علیؓ نے بھی

بیعت کرلی اور تمام اہل خانہ نے بیعت کرلی۔ یہ امام بخاری کا بیان کیا ہوا واقعہ کہ جس میں مسلمانوں کے ساتھ علیؓ کی عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کا ذکر ہے احادیث مبارکہ اور معتبر کتب تاریخ میں مذکور ہے لیکن اہل تشیع نے اس مقام پر کئی بے تکیاں اڑائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ علیؓ نے پس وپیش کی یا انہوں نے عبدالرحمٰنؓ کو جلی کٹی سنائیں۔ بعض کتب تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون الاودی سے واقعہ بیعت مفصل ذکر کیا ہے اور اس میں بیان کرتے ہیں کہ جب عبدالرحمٰنؓ نے عثمانؓ کی بیعت کی تو آپ نے کہا۔

اس واقعہ کو جس سند سے الطبری نے بیان کیا ہے اہل علم کے نزدیک اس میں کئی ایک نقائص وعیوب ہیں جو اسے ناقابل حجت بنا دیتے ہیں ابن جریر کی اس سند کے ایک طریق میں ابو مخنف لوط بن یحییٰ راوی ہے جس کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں "اخباری تالف لا یوثق به" خود ہی جوڑ کر اخبار بیان کرنے والا ناقابل اعتبار ہے ابن عدی فرماتے ہیں۔ "شیعی محترف صاحب اخبار هم" جھوٹ گھڑنے والا شیعہ اور اہل تشیع کی خبریں بیان کرنے والا ہے۔ اس کے بعد ابن جریر اپنی سند کے ساتھ المسور بن مخرمہ سے اہل شوریٰ اور بیعت عثمانؓ کا ذکر کرتے ہوئی رقمطراز ہیں لوگ عثمانؓ کی بیعت کرنے لگے اور علیؓ پیچھے ہٹے تو عبدالرحمٰنؓ نے کہا "فمن نکث فانما ینکث علی نفسه الاية" تو علیؓ لوگوں کی بھیڑ چیرتے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ بیعت کرلی اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے "هو خدعة ايما خدعة" یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ابن جریر کی بیان کردہ اس روایت کی سند میں عبدالعزیز بن ابی ثابت راوی ہے جس کے متعلق امام ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں "قال البخاری لا یکتب حدیثه" یعنی اس کی روایت لکھنے کے قابل نہیں ہے۔
امام نسائی وغیرہ کا قول ہے "متروک"

عثمان بن سعید کہتے ہیں میں نے یحیی سے عرض کیا ابی ثابت عبدالعزیز بن عمران کیسا ہے تو فرمایا "لیس بثقۃ" ثقہ (قابل یقین) نہیں ہے شعر گوئی اس کا مشغلہ ہے اور یہ عبدالرحمٰن بن عوف کی اولاد سے ہے۔ حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں اس کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ

میں نے اسے بغداد میں لوگوں کو گالیاں بکتا اوران کے حسب ونسب میں طعن کرتے خود دیکھا اس کی روایت کسی کام کی نہیں ہے آہ۔

یہ روایات اور ان جیسی ملتی جلتی اکثر روایات تاریخ میں روافض کی داخل کردہ ہیں جسے ہم نے واضح کردینا مناسب سمجھا کیونکہ اس زمانہ میں اکثر تاریخ نویس ان سے دھوکے میں آجاتے ہیں اور انہیں بلا تحقیق ذکر کردیتے ہیں اللہ تعالیٰ بھلا کرے الحافظ ابن کثیر کا کہ انہوں نے بیعت عثمانؓ اور اہل شوریٰ کا ذکر مکمل طور پر اپنی کتاب "البدایۃ والنہایۃ" میں بالتفصیل کیا ہے لیکن ان جیسی من گھڑت روایات کو دیکھا تک نہیں ہے بلکہ اس ضمن میں صحیح روایات ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔

اکثر مورخین اور ابن جریر وغیرہ نے جو غیر معروف رواۃ سے یہ بیان کیا ہے کہ علیؓ نے عبدالرحمٰن کو کہا تو نے دھوکا دیا اور اسے (عثمانؓ) تو نے اس لئے والی مقرر کردیا ہے' کہ وہ تیرا سسر ہے اور تجھ سے اس بارہ میں روز مشورہ کرتا تھا اور علی بیعت سے...... یہاں تک کہ عبدالرحمٰنؓ نے کہا "فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ الآیۃ" اور اس جیسی دوسری روایات واخبار جو صحیح ثابت شدہ روایات کے مخالف ہیں تو یہ ان کے قائلین وناقلین کے منہ پر مارنے کے قابل ہیں۔ (واللہ اعلم)

اس کے بعد آپ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ کے متعلق ایسا خیال محض وہم وگمان ہے جسے اکثر رافضی اور احمق قصہ گو جن کو درست غیر درست اور صحیح ومن گھڑت کی کوئی تمیز نہیں بیان کرتے ہیں۔ ابن جریر کی طرح اور بھی کئی مورخین نے اس جیسی ناقابل استناد روایات بلاجانچ پڑتال ذکر کردی ہیں۔

واقعہ جمل کے دوران روافض کی چیرہ دستیاں:۔ واقعہ جمل کو تو روافض

نے کلی طور پر مکرو فریب کی دبیز تہوں تلے دبا دیا ہے اور حقیقت قریب الخفا ہو کر رہ گئی ہے بعض کتب تاریخ تو اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے گالی گلوچ جنگ وجدل اور بدکلامی کا ایک معرکہ گرم کر دیتے ہیں۔ کہ "الامان والحفیظ" فطرت سلیمہ کو تو ان جملوں کی سماعت سے بھی گھن آتی ہے جن سے مورخین نے کئی اوراق سیاہ کو ڈالے ہیں ہم یہاں تاریخ سے معتبر روایات کی روشنی میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔

پہلی حقیقت:۔ صحیح روایات اس کا برملا ذکر کرتی ہیں کہ حضرت طلحہ زبیرؓ اور جو بھی ان کے ساتھ تھا سب اصلاح کی غرض سے اور قاتلین کا قلع قمع کرنے نکلے تھے حکومت کا حصول یا اور کوئی دنیاوی غرض ان کے پیش نظر ہرگز ہرگز نہ تھی بلکہ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرنا ان کا مقصود بالکل نہ تھا جس پر ابن کثیر وغیرہ کی ذکر کردہ تاریخی شہادت کچھ اس طرح ہے کہ۔

حضرت علیؓ نے حضرت قعقاعؓ کو طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف ایلچی بنا کر بھیجا کہ انہیں تفرقہ اور اختلاف کی بجائے اخوت مودت کا پیغام پہنچائیں چنانچہ قعقاع بصرہ کی جانب روانہ ہوئے اور ام المومنین عائشہؓ کے، ساتھ بات چیت کا آغاز اور عرض کی اماں جان اس شہر میں آپ کسی غرض سے آئی ہیں تو فرمایا بیٹے لوگوں کے درمیان صلح کے لئے قعقاعؓ نے کہا طلحہؓ اور زبیرؓ کو یہاں آنے کا پیغام بھیجیں چنانچہ وہ دونوں آگئے اب قعقاع نے پھر کہا میں نے ام المومنین سے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے یہاں تشریف لائی ہیں انہوں نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے تو وہ دونوں بولے ہم بھی اسی لئے یہاں آئے ہیں۔ آپ اس سے بخوبی ان حضرات کی آمد کا مقصد سمجھ گئے ہوں گے بلاشبہ انہوں نے سچ فرمایا اور روافض نے جھوٹ بولا اس پر بعد ازاں صلح کا مکمل ہو جانا ان باتوں اور واقعات کے صدق پر روشن دلیل ہے۔ ابن کثیر کی ایک روایت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے جسے انہوں نے علیؓ کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ علیؓ سے ابوالسلام الدلائی نے سوال کیا کہ کیا ان لوگوں کے پاس خون عثمانؓ کے مطالبہ کے لئے کوئی دلیل ہے اگر واقعی یہ اس میں رضائے الٰہی کے طالب ہیں آپ نے فرمایا۔ ہاں

اس نے پھر پوچھا آپ کے پاس اس کام (دم عثمان) میں تاخیر کی کوئی حجت ہے تو فرمایا، ہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دونوں کو متلاشی حق گردانا اہل سنت والجماعت کا مشاجرات صحابہ کرام میں بالکل یہی عقیدہ و نظریہ ہے اہل سنت اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اختلافات صحابہ کرام میں دونوں فریق حق کے طلبگار ہوتے تھے اور اس میں تگ و دو کرتے اگر اس میں درست کو پالیتے تو دوہرے اجر کے مستحق اور اگر (باوجود کوشش) خطا پر رہتے تو ایک اجر کے مستحق تھے۔

دوسری حقیقت:۔ دونوں جماعتیں اس پر اتفاق کرچکی تھیں کہ کسی کو گزند نہ پہنچائیں گے اور قلبی طور پر وہ یہ بات سمجھ رہے تھے کہ معاملہ ختم ہوچکا ہے اور جنگ کی صورت باقی نہیں رہی لیکن سبائی ٹولہ جو قاتلین عثمانؓ تھے انہیں یہ بات ناگوار گزری تو انہوں نے باہم مشاورت کے بعد طبل جنگ بجادیا جس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں سامنے آیا ابن کثیر وغیرہ کا بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب علیؓ نے قعقاع کو طلحہؓ، زبیر، عائشہ رضی اللہ عنہم کی طرف بھیجا اور ان اصحاب پر صلح نامہ پیش کیا تو سب نے بالاتفاق کہا، تو نے بہت اچھا کیا ہے اور راست اقدام کیا لہٰذا آپ علیؓ کی طرف لوٹ جائیں اگر وہ بھی تیری رائے کی سی رائے رکھتے ہیں تو معاملہ صاف ہے چنانچہ قعقاعؓ، علیؓ کی طرف گئے انہوں نے ساری بات بتائی حضرت علیؓ کو یہ بات بہت اچھی لگی سب سمجھنے لگے کہ معاملہ صلح کے قریب تر ہے۔ اس معاملہ میں پیش رفت کسی کو ناپسند ہوئی اور کچھ اس پر راضی ہوئے بغیر نہ رہ سکے بعد ازاں عائشہؓ نے علیؓ کو پیغام بھیجا کہ میں صرف صلح کے لئے آئی ہوں۔ چنانچہ فریقین کی خوشی کی انتہا نہ رہی......

پھر علیؓ نے طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تم قعقاعؓ کے ساتھ طے شدہ معاملہ پر قائم ہو تو اس پر مزید غور کی مہلت دو انہوں نے جواب بھیجا کہ ہم بالکل قعقاعؓ بن عمرو کے پیش کردہ صلح کے نارمولا پر قائم ہیں اب فریقین ۔نے اطمینان کا سانس لیا اور دونوں لشکر پرسکون ہوگئے شام کے وقت علیؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو ان کی طرف اور انہوں نے طلیحہ السجاد کو علیؓ کی طرف (خیر سگالی کے طور پر) بھیجا لوگوں نے بڑی راحت کے

ساتھ رات بسر کی۔ ادھر قاتلین عثمان رات بھر مشورہ میں مشغول رہے اور اس پر اتفاق ہوا کہ اندھیرے میں ہی جنگ بھڑکا دی جائے چنانچہ وہ طلوع فجر سے پہلے اٹھے ان کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی ہر ایک اپنے اپنے قریبیوں کے پاس جاکر ان پر تلواروں سے ٹوٹ پڑا لوگ اپنی اپنی قوم کو فتنے سے باز رکھنے کے لئے آگے بڑھے لیکن سوئے ہوئے لوگ فوراً اپنے اسلحہ کی جانب لپکے اور کہنے لگے اہل کوفہ نے ہم پر شب خون مارا ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے ان کا خیال تھا کہ یہ سارا کام علیؓ کے ساتھی کر رہے ہیں علیؓ کو اس کی خبر پہنچی تو آپؓ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہوا انہوں نے کہا اہل بصرہ نے ہم پر شب خون مارا ہے اب تو دونوں لشکر باقاعدہ اسلحہ سے لیس ہوکر مقابلہ میں آگئے اور اس وقت کسی پر یہ فریب کاری نہ کھل سکی اور اللہ پاک کو جو منظور تھا ہو کر رہا۔

بقیہ اخبار الجامعۃ

جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ محمد منیر اظہر، ۲۔ عبید اللہ بن عبدالجبار، ۳۔ عبدالرحمٰن بن حبیب اللہ، ۴۔ محمد ریحان اکرم، ۵۔ اسد اللہ ضلع، ۶۔ حیات اللہ، ۷۔ عبداللہ، ۸۔ حافظ سیف اللہ، ۹۔ محمد اسحاق۔

یہ نمایاں کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل اور انتظامیہ جامعہ سلفیہ کی حسن کارکردگی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جامعہ سلفیہ کو مزید دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین